

Article:

Authors &

Affiliations:

علم اور بردباری کی معاشرتی اہمیت اور تقاضے: سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

¹Dr. Abbas Ali Raza

Assistant Prof. Faculty of Social Sciences, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.

²Dr. Muhammad Afzal

Visiting Assistant Prof. karakoram international university, Gilgit.

³Hafiza Urwa Ismail

Lecture Department of Islamic studies, Govt graduate college W Gulshan Colony Faisalabad.

Email Add:

¹ abbasaliraza@lgu.edu.pk

² dr.muhammadafzalkarimi@gmail.com

³ stonepreety000@gmail.com

ORCID ID:

Published:

17-10-2023

Article DOI:

<https://doi.org/10.5281/zenodo.10459969>

Citation:

Dr. Abbas Ali Raza, Dr. Muhammad Afzal, and Hafiza Urwa Ismail. 2023.

حلم اور بردباری کی معاشرتی اہمیت اور تقاضے: سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ
THE SOCIAL IMPORTANCE AND REQUIREMENTS OF PATIENCE AND ENDURANCE: ANALYTICAL STUDY IN THE LIGHT OF THE LIFE OF THE PROPHET (PBUH)". AL MISBAH RESEARCH JOURNAL, October, 56-70.

Copyright's info:

Copyright (c) 2023 AL MISBAH RESEARCH JOURNAL



This work is licensed under a [Creative Commons Attribution 4.0 International License](https://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).

Published By:

Research Institute of Culture and Ideology,
Islamabad.

Indexation's



EuroPub



REINCI

حلم اور بردباری کی معاشرتی اہمیت اور تقاضے: سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

THE SOCIAL IMPORTANCE AND REQUIREMENTS OF PATIENCE AND ENDURANCE: ANALYTICAL STUDY IN THE LIGHT OF THE LIFE OF THE PROPHET (PBUH)

*Dr. Abbas Ali Raz

**Dr. Muhammad Afzal

***Hafiza Urwa Ismail

ABSTRACT

Humility and tolerance refer to this state that when such a thing or such an act takes place which results in severe agitation, but still a person controls his state of agitation and controls his self, then it is called humility. In other words, controlling oneself over the provocative actions and movements of others are called humility. Unfortunately, there is a severe lack of tolerance and meekness in our society today. As a result, the poison like intolerance is hollowing out the roots of the society and this poison is so embedded in our society that no sector of life in our society is safe from the danger of this poison. From homes to markets and streets, from educational institutions to offices, you will see intolerance everywhere. Due to which people come down to quarrels and gossip over trivial matters and eventually leads to serious crimes like murder. Similarly, fighting in homes ultimately leads to divorce and separation. In educational institutions which are the guarantors of the future of any society, due to intolerance, the students do not tolerate the warning style of their teachers, nor do the teachers train the children by holding on to the spiritual father's status. Similarly, our offices also turn into personal grudges due to intolerance and then the cold war between the employees affects the performance of the institution. Therefore, for the development and prosperity of the society, it is necessary to promote the highest moral attitudes like tolerance in the society so that the society can travel towards development and prosperity.

Key Words: Humility, tolerance, society, intolerance, prosperity.

حلم

حلم اخلاقِ حسنہ میں سے ایک خلق کا نام ہے۔ حلم اس کیفیت کا نام ہے کہ جب کوئی ایسا واقعہ، بات جو مزاج کو مشتعل کرنے والی ہو مگر پھر بھی انسان اپنی کیفیت اور مزاج پر قابو پالے تو اس صفت کو حلم کرتے ہیں۔ حلم بنیادی طور پر ایک اعلیٰ ترین خوبی و وصف ہے۔ اور جو انسان اس خوبی کا حامل ہو اُسے بھی اعلیٰ وارفع مقام تک پہنچا دیتی ہے۔ کیونکہ حلم کا وصف اپنے ساتھ کئی اور اوصاف کو بھی انسان کی طبیعت میں پیدا کر

*Assistant Prof. Faculty of Social Sciences, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University, Lahore.

**Visiting Assistant Prof. karakoram international university, Gilgit.

***Lecture Department of Islamic studies, Govt graduate college W Gulshan Colony Faisalabad.

حلم اور بردباری کی معاشرتی اہمیت اور تقاضے: سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

دیتا ہے۔ ایسا انسان جس میں حلم کی خوبی موجود ہو تو وہ کشادہ دلی، وسعتِ ظرف، طبیعت میں ٹھہراؤ، مضبوط قوتِ ارادی جیسی صفات سے بھی متصف ہو جاتا ہے۔

حلم الطبع شخص نہ صرف اس دنیا میں عزت اور رتبہ حاصل کرتا ہے بلکہ اللہ کے ہاں بھی وہ نہایت معزز اور بلند مقام رکھنے والا ہوتا ہے۔ کیونکہ حلم الطبع شخص باوجود ایسے عوامل کے جو انسان کو مشتعل کرنے والے ہوتے ہیں اور غصہ دلانے والے ہوتے ہیں وہ اللہ کی رضا کی خاطر ایسی تمام باتوں کو برداشت کرتا ہے اور سخت رد عمل دینے کی بجائے اس تکلیف و دکھ کو برداشت کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ حلم اور بردباری کا عملی مظاہرہ ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے فرامین اور عمل کے ذریعے سے حلم کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ اللہ کریم نے بھی قرآن مجید میں حلم اور بردباری کا بار بار تذکرہ فرما کر اہل ایمان کو رغبت دلائی ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ گرامی ہے:

"قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذَىٰ ۚ وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ" ¹

”سوالی کے ساتھ نرم لہجے میں گفتگو کرنا اور اس کے ساتھ صلہ رحمی کرنا یہ اس خیرات سے بہت زیادہ بہتر ہے جس

کے بعد اس سوالی کی دل آزاری ہو۔ اور خدائے تعالیٰ تو بہت بے نیاز اور بڑا حلیم ہے۔“

اس آیت مقدسہ میں اللہ پاک نے اپنے بندوں کو حلم یعنی ایسے لہجے میں بات کرنے کا حکم دیا ہے جو نرم دلی سے بھرپور ہو اور درگزر و رحمہلی سے معمور ہو۔ ایسا قول جو نرمی و حمد دلی اور محبت و لطافت سے مزین ہو وہ ایسے صدقہ اور خیرات سے کہیں بہتر ہے جس کو دینے کے بعد سوالی کی دل آزاری کا سامان ہو۔ حلم وہ عظیم صفت ہے جس کا اعلان خدا تعالیٰ نے بار بار قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ کیونکہ اس صفتِ عظیم کے ذریعے سے معاشرے میں امن و سکون پیدا ہوتا ہے۔ آپس میں محبت و احترام اور وحدت و یگانگت جیسے جذبے فروغ پاتے ہیں۔ مگر ہماری بد قسمتی ملاحظہ ہو کہ ہمارے معاشرے میں سے حلم اور بردباری جیسے وصف بالکل عنقا اور مٹ ہی گئے ہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر اشتعال اور شدید رد عمل دینا تفاخر اور باعث عزت سمجھا جانے لگا ہے۔ حلم اور بردباری کی عدم موجودگی کے باعث ہمارا معاشرہ شکست و ریخت کا شکار ہو رہا ہے۔ نوجوان نسل سب سے زیادہ اس سے متاثر ہو رہی ہے۔ قتل و غارت، توڑ پھوڑ جیسے فتنہ جراثیم میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ آج پھر معاشرے کو سیرت النبی ﷺ سے استفادہ کرتے ہوئے حلم اور بردباری جیسے رویوں کو معاشرے میں فی الفور فروغ دینا ہو گا تا کہ ہمارا معاشرہ اور پوری دنیا امن کا گہوارہ بن سکے۔

حلم و بردباری کا مفہوم

حلم اصل میں جو کہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ کثیر المعانی ہے۔ حلم کا ایک معنی نرم خوئی اور برداشت کرنا ہے اسی طرح ایک اور معنی عقل بھی ہے ان دونوں معنی میں مطابقت یوں ہو جائے گی کہ نرم خوئی اور برداشت کرنا عقل مندی ہی کی نشانی ہے جیسا کہ علامہ شریف الجرجانی ”معجم التعریفات“ میں لکھتے ہیں:

”الحلم: هو الطمانينة عند سؤرة الغضب، وقيل تاخير مكافاة الظالم.“ ²

علامہ میر سید شریف البحر جانی فرماتے ہیں کہ لفظ ”الحلم“ اس کا مفہوم اور مطلب یہ ہے کہ غصہ کے وقت مطمئن اور حالتِ اطمینان میں رہنا اور مزید یہ بھی ہے کہ ظلم یا زیادتی کی صورت میں بدلے لینے میں تاخیر کرنا۔ یعنی الحلم سے مراد یہ ہوا کہ حالتِ غیظ کی صورت میں اپنی کیفیت پر قابو پالینا۔ اور غصہ یا طیش کے وقت کسی بھی قسم کے رد عمل سے گریز کرنا کہلاتا ہے۔ اسی طرح صاحب ”القاموس الوحید“ لکھتے ہیں:

”حَلَمَ، حَلَمًا، احْلَمَ.“³

علامہ وحید الزماں حلم کا معنی لکھتے ہوئے فرماتے ہیں بردبار ہونا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ناگواری اور طیش کے اظہار پر طاقت کے باوجود نرم دلی کا مظاہرہ کرنا و تحمل مزاج ہونا، سلیم الفطرت اور دانش مند و دور اندیش ہونا ہے۔ معلوم ہوا کہ حلم ان تمام مذکورہ بالا معنی کا حامل ہے۔ علامہ قاضی عیاض اس کی مزید وضاحت فرماتے ہیں لکھتے ہیں:

”الحلم الصَّفْعُ و أَمْنُ المُواخَذَةِ.“⁴

قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ لفظ ”حلم“ ح کی زیر کے ساتھ ہے اور یہ صبر کے ہم معانی ہے لیکن حلم کی صبر سے وجہ امتیاز یہ ہے کہ حلم میں درگزر اور بدلہ نہ لینے کا قرینہ پایا جاتا ہے۔ لفظ بردباری فارسی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے بوجھ اٹھانا، برداشت کرنا اور سنجیدگی اختیار کرنا۔ حلم عربی زبان کا لفظ ہے اور بردباری جو کہ فارسی زبان کا لفظ ہے لیکن یہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں۔ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ حلم فارسی میں بردباری کو کہا جاتا ہے۔

ان تمام تعریفات اور معانی کو سامنے رکھیں تو جو مفہوم واضح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ لفظ حلم کسی بھی ناگوار صورتِ حال میں یا شدید طیش کی حالت میں اسی طرح کوئی ایسا عمل جس پر فوری غصہ آجائے تو ان تمام حالات میں یعنی ناگوار صورتِ حال، شدید طیش یا غصہ کے عالم میں اپنی طبیعت پر قابو پالینا اپنے جذبات پر کنٹرول کر لینا اور فوری رد عمل کی بجائے ٹھہر جانے، صبر کا دامن تھام لینے اور مزید یہ کہ بعد ازاں فریقِ مخالف کو بدلہ لینے پر قدرت کے باوجود اسے معاف کر دینا، درگزر سے کام لینا اور نرم دلی کا اظہار کرنا کہلاتا ہے جیسا کہ حلم کے دیگر معانی مثلاً دانش مندی یا عجلت پسندی سے باز رہنا وغیرہ جیسی کیفیات بھی صاحب حلم میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یعنی جو شخص عجلت پسندی کی بجائے ہر معاملے میں سوچ بچار سے کام لے اور تحمل و برداشت کا مظاہرہ کرے تو یقیناً وہ شخص عقل مند و دانش مند بن جائے گا۔ اور اپنی کیفیات اور طیش وغیرہ کے موقع پر خود پر قابو رکھنا یہ اہل دانش کا ہی خاصہ ہے۔ وگرنہ جہلاء اور بے وقوف لوگ تو جلد باز اور فوری طور پر رد عمل کا اظہار کرتے ہیں۔

حلم کے اجزائے ترکیبی

اخلاقِ حسنہ میں شامل ہر ایک قدر ہی دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے۔ مگر حلم کو ان تمام اخلاقی اقدار میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ اور حلم اختیار کرنے پر غیر معمولی اجر و ثواب کے ساتھ دنیا میں بھی ترقی و خوشحالی اور اعلیٰ مناصب کے حصول کا سب سے مستند ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ حلم کی اس غیر معمولی اہمیت کی وجہ اس کے اجزائے ترکیبی ہیں۔ جن کی وجہ سے صاحب حلم شخص کو یہ سعادتیں حاصل ہوتی ہیں۔ اور دین و دنیا دونوں میں بارگاہِ خداوندی میں سرخرو اور کامیاب ٹھہرتا ہے۔

جلد بازی سے اجتناب برتنا

حلم اور بردباری کی معاشرتی اہمیت اور تقاضے: سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں تجربیاتی مطالعہ

حلم کے اجزائے ترکیبی میں سے ایک جزء یہ ہے کہ فوری اشتعال یا طیش کے سبب کوئی کام سرانجام نہ دیا جائے۔ بلکہ اپنی غصے والی کیفیت پر قابو پا کر نہایت سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا جائے۔ تاکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا و خوشنودی حاصل ہو سکے۔ اسی وجہ سے حلم کے ایک معنی عجب پسندی کو ترک کرنا کے بھی ہیں۔⁵

صاحب حلم جلد بازی کی بجائے سکون اور ضبط نفس سے کام لیتا ہے۔ جس سے بے شمار پریشانیوں اور تکالیف سے بچ جاتا ہے۔ جلد بازی یوں بھی اللہ اور اُس کے رسول کے ہاں پسندیدہ عمل نہیں ہے۔ بلکہ قرآن و سنت کی تعلیمات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ ضبط نفس اور سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا ہی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کو محبوب و مرغوب ہے، جب کہ اس کے برعکس عجلت پسندی اور تندہی و تیزی شیطانی عمل ہے۔ بلکہ شیطان خود بھی عجلت پسندی کا ہی شکار ہو کر راندہ درگاہ ہوا ہے۔ اسی لیے ابن آدم کو بھی اسی عمل پر ابھارتا ہے۔ جیسا کہ اہل عرب کا مقولہ ہے: ”العجلہ أم الندامات۔“ ”کہ عجلت پسندی اور جلد بازی شرمندگی کی ماں ہے۔“

صاحب حلم شخص ہمیشہ جلد بازی سے اجتناب کرتے ہوئے ضبط نفس اور سنجیدگی سے کام لیتا ہے۔ جس کی وجہ وہ ہمیشہ سکون اور امن میں رہتا ہے۔ اور کئی قسم کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے بچا رہتا ہے۔ مزید اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کا مستحق قرار پاتا ہے۔

تدبر

حلم کی خصوصیات یا اُس کے اجزائے ترکیبی میں سے ایک جزو ٹھہراؤ یعنی تدبر اور سوچ بچار کرنے کے بعد قدم اٹھانا ہے۔ ہر معاملے میں بجائے عجلت پسندی یا جلد بازی کی بجائے تحمل، ٹھہراؤ، غور و فکر کر کے پھر فیصلہ لینا حلم کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے جو کہ صاحب حلم کو بہت سی پریشانیوں سے بچا لیتی ہے۔ ہر معاملے میں غور و فکر کرنا عقل کی پختگی اور شعور و خرد کی علامت ہے۔ گویا حلم کو اختیار کرنے والا شخص ہمہ قسم کے اوصاف و کمالات سے متصف ہو جاتا ہے جیسا کہ ”اساس البلاغۃ“ میں ہے:

”وفیه حلم أي أناة وعقل وهو من ذوي الأحلام۔“⁶

یعنی حلم کا ایک جزو معاملہ فہمی، تدبر، حکمت، دانائی اور خوب سوچ بچار کر کے فیصلہ کرنا۔ لفظ أناة کا معنی ہی حالت سکون یا ٹھہراؤ کی کیفیت ہے اور دانش مندی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ انسان ہر معاملے میں غور و فکر اور خوب سوچ و چار کرنے کے بعد فیصلہ کرے۔ تاکہ بلا سوچے سمجھے سرانجام دیے جانے والے کاموں کے مضر اثرات سے بچا جاسکے۔

ضبط نفس

علم کے خصائص میں سے ایک خصوصیت اپنے نفس پر قابو پانا ہے۔ یعنی حالت طیش یا غصہ دلانے یا کسی بھی قسم کی ناگوار صورت حال میں اپنے نفس پر قابو پالینا ضبط نفس کہلاتا ہے۔ صاحب حلم میں ایک یہ وصف بھی پایا جاتا ہے جو کہ ہر قسم کی ناپسندیدہ صورت حال میں اپنے نفس پر قابو پالینے کی صلاحیت رکھتا ہے یہ وصف اُسے کامیابی اور عروج عطا کرتا ہے۔ امام اصفہانی کتاب ”المفردات“ میں بیان کرتے ہیں:

”الحلم: ضبط النفس و الطبع عن هیجان الغضب۔“⁷

طبیعت میں غصے اور ہيجان کے وقت نفس پر قابو پالینا یا جذبات کو کنٹرول میں کر کے فوری ری ایکشن سے گریز کرنا بھی حلم کے خصائص میں سے ہے۔ اور یہ عمل اللہ کے ہاں نہایت قدر و منزلت رکھتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی احادیث میں بھی اس عمل کو پسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ میں ہے کہ اصل طاقت ور شخص وہ نہیں جس کے اعضاء جسمانی مضبوط ہوں بلکہ وہ طاقت ور ہے جس کو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو پالینے کی طاقت ہو۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرْعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْعَضَبِ"⁸

"اصل طاقت ور وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے آپ پر قابو پالے نہ کہ وہ شخص جو پہلوان ہو اور مضبوط

قویٰ کا مالک ہو۔"

طاقت کے باوجود انتقام نہ لینا

قدرت اور اختیار رکھنے کے باوجود انتقام نہ لینا بلکہ درگزر کرنا اور معاف کر دینا یہ خصوصیت بھی حلم کی ہے۔ جب انسان بدلہ لینے کی طاقت و قدرت نہ رکھتا ہو تو مجبوراً وہ صبر کر لیتا ہے۔ اگرچہ اس پر بھی اجر و ثواب ہے۔ اور روزِ قیامت جزا کا وعدہ بھی ہے مگر جب بدلہ لینے کی طاقت بھی ہو اور ہمت و حوصلہ بھی تو پھر معاف کر دینا اور درگزر سے کام لینا یہ اللہ کے ہاں بہت زیادہ اجر و ثواب والا کام ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

"وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ"⁹

"اور بدلہ بُرائی کا تو بُرائی ہی ہے اس کی مثل۔ پس جس نے عفو سے کام لیا اور صلح کر لی تو اس کا ثواب اور بدلہ اللہ

تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں نہایت واضح انداز میں اللہ کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص آپ سے بُرائی کرے تو اس بُرائی کا بدلہ لینا چاہو تو اس کے ساتھ بھی اتنی ہی بُرائی کرو جتنی اس نے آپ کے ساتھ کی۔ اگر اس کو بدلے کے طور پر زیادہ نقصان پہنچایا تو پھر یہ ظلم ہو گا جو کہ ناجائز و حرام ہے۔ لیکن اگر بُرائی کا بدلہ لینے کی بجائے معافی اور درگزر سے کام لو گے، صلح اور آپس میں اصلاح و محبت کو فروغ دو گے تو یہ عمل اللہ کو بہت زیادہ محبوب ہے۔ اور ایسا عمل کرنے والے کا اجر اللہ کے ہاں بہت زیادہ ہے اور بُرائی کے بدلے میں اچھائی کرنے والے کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے۔

حلم و بردباری کی اہمیت

عہدِ حاضر میں ہر طرف ایک نفسا نفسی کا عالم ہے۔ طاقت ور اپنے سے کمزور کا جینا محال کیے ہوئے ہے۔ آپس میں بردباری اور ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی طاقت بالکل ختم سی ہو کر رہ گئی ہے۔ انسان دوسرے کے خون کا پیاسا نظر آرہا ہے۔ اسی طرح اقوام عالم کے درمیان دیکھیں تو وہاں پر بھی یہی کیفیت نظر آئے گی کہ طاقت ور قوم کمزور قوم کو محکوم بنانے پر مُصر نظر آتی ہے۔ اس قدر کبیدہ صورتِ حال کا

حلم اور بردباری کی معاشرتی اہمیت اور تقاضے: سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں تجرباتی مطالعہ

واحد حل یہ ہے کہ حلم اور بردباری کو فروغ دیا جائے تاکہ معاشرہ پُر امن طور پر آگے بڑھ سکے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے جس میں حلم اور بردباری کی فضیلت کو اُجاگر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ سورہ البقرہ میں ارشادِ باری ہے:

"قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَتَّبِعُهَا أَذًى ۖ وَاللَّهُ عَنِّي حَلِيمٌ" ¹⁰

”حاجت مند کے ساتھ نرم لہجے میں بات کرنا اور اُسے معاف کر دینا اس خیرات سے کہیں بہتر ہے جس خیرات کے بعد حاجت مند کی دل شکنی ہو اور اللہ بہت بڑا بے نیاز اور حلم والا ہے۔“

آیت مذکورہ میں اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو حلم اور بردباری کے متعلق تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ سائلین اور حاجت مندوں کے ساتھ نرم لہجے اور محبت و احترام کے ساتھ گفتگو کرو۔ اور اگر شدتِ دکھ یا پریشانی کے سبب ان سے کچھ غلط ہو جائے تو درگزر اور معافی سے کام لو۔ مزید اس بات کو نہایت واضح انداز میں بیان فرمادیا کہ ایسا صدقہ جو سائل یا حاجت مند کی دل آزاری کا سبب ہو یعنی جس صدقہ کو دینے کے ساتھ ساتھ حاجت مند کی دل آزاری بھی کی جائے تو ایسے صدقہ سے کہیں بہتر یہ ہے کہ بھلے تم اس کی حاجت کو پورا نہ کرو یعنی صدقہ نہ دو مگر اس سے نرم لہجے میں بات کرو اور اس کی اشک شوقی و دل جوئی کرو جو اس کے زخموں پر مرہم کا کام کرے اور یہ عمل یعنی محبت و لطافت کے لہجے میں اس سے بات کرنا اور درگزر کرنا ایسے صدقے اور حاجت روائی سے کہیں بہتر ہے جس کے بعد دل آزاری و دل شکنی ہو۔ آخر میں رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ خود بھی غنی ہے یعنی ایسا بے نیاز جو بے حساب عطا کرنے والا ہے اور حلم والا ہے۔ یعنی اپنے بندوں کی ہزار ہا خطاؤں کے باوجود انھیں بخشش عطا فرمانے والا ہے۔ نافرمانیوں کے باوجود برابر رزق عطا کیے جا رہا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ حلیمی کا ذکر فرما کر انسانوں کو بھی قولِ معروف یعنی حلم اختیار کرنے کی ترغیب و حکم دے رہا ہے۔ اور پھر دل شکنی والے صدقہ سے قولِ غفران کا تقابل کر کے یہ بتلانا چاہ رہا ہے کہ حلم اور بردباری اللہ کے ہاں صدقہ سے زیادہ مطلوب و مقصود ہے۔ پھر جب انسان اپنے آپ کو حلم اور بردباری جیسے اوصاف سے متصف کر لیتا ہے تو وہ عبد صالح اور بارگاہِ خداوندی سے سندِ قبولیت حاصل کر لیتا ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ پر اللہ پاک اپنے بندوں کو درگزر اور حلم کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

"وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمُسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ ۖ
وَلْيُغْفِرُوا ۚ لْيَصْفَحُوا ۚ ۖ أَلَا يُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ" ¹¹

”اور تم میں عزت و شرف والے اور مالی وسعت والے یہ قسم نہ اٹھائیں کہ وہ عزیز و اقارب اور مساکین نیز مہاجرین فی سبیل اللہ کی معاونت نہ کریں گے اور ان کو چاہیے کہ عفو سے کام لیں اور درگزر سے کام لیں۔ کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ اللہ رب العزت تمہیں بخش دے کیونکہ اللہ معاف فرمانے والا نہایت مہربان ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں رب تعالیٰ نے نہایت صراحت کے ساتھ مدد و استعانت اور عفو و درگزر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اس آیت مبارکہ کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام جو کہ حضرت ابو بکر علیہ السلام کے عزیز تھے بلکہ آپ ﷺ کے خالہ کے بیٹے تھے۔ حضرت مسیح علیہ السلام غزوہ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے، ہجرت بھی کر چکے تھے اور غریب الحال بھی تھے تو حضرت ابو بکر صدیق علیہ السلام آپ ﷺ کی مالی اعانت فرمایا کرتے

تھے۔ مگر واقعہ اٹک والے معاملے میں حضرت مسطحؓ نے تہمت لگانے والوں کی موافقت کی تھی۔ جس رنجش اور دکھ کی بنا پر حضرت صدیق اکبرؓ نے قسم اٹھائی تھی کہ اب وہ حضرت مسطحؓ کی مدد و اعانت نہیں فرمائیں گے۔ تو اللہ پاک نے اس موقع پر اس آیت مبارکہ کو نازل فرما کر حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ایسے عمل سے باز رہنے کی ترغیب دی۔ جب نبی کریم ﷺ نے اس آیت مبارکہ کو تلاوت فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ یوں گویا ہوئے کہ اللہ پاک میری مغفرت فرمائے میں کبھی بھی مسطحؓ کی مدد اور مالی معاونت کو موقوف نہیں کروں گا۔ چنانچہ ابو بکر صدیقؓ نے بعد ازاں ساری زندگی حضرت مسطحؓ کے ساتھ عفو و درگزر اور شفقت والا معاملہ فرمایا اور ہمیشہ ان کی مدد و اعانت فرماتے رہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے گویا حلم اور بردباری کی تعریف کو بیان فرمایا ہے کہ باوجود اس بات کے اگر کوئی تمہارے ساتھ کچھ بُرا کر دے آپ کو دکھ دے اور آپ کے لیے تکلیف کا سامان کر دے پھر بھی آپ اُس کے ساتھ فضل اور احسان والا معاملہ کیجیے۔ یہاں تک کہ اگر آپ نے قسم بھی اٹھائی ہے کہ اس کی مدد و اعانت آئندہ کسی طور نہ کریں گے تو رب العالمین فرماتا ہے کہ اپنی قسم کا کفارہ دیں اور ایسے لوگوں کے ساتھ عفو و درگزر اور رحم والا معاملہ کریں۔ کیونکہ یہی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و حصولِ رضا کا سبب ہے۔ ساتھ ہی ساتھ انسان کو یہ بھی باور کروادیا کہ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تمہارا رب تمہارے ساتھ بھی عفو و درگزر والا معاملہ فرمائے کیونکہ ہر انسان ہی خطا کا پتلا ہے۔ مگر اس سب کے باوجود اس کی عطائیں ہم پر برابر جاری رہتی ہیں۔ اللہ رب العزت نے کبھی بھی ہماری خطاؤں کو دیکھ کر اپنی عطائیں کم نہیں کیں۔ تو پھر انسان کے لائق بھی یہ بات نہیں کہ وہ کسی کی خطا کے بدلے اس سے منہ موڑے اور اُسے بے یار و مددگار چھوڑ دے۔ انسان کو اللہ پاک اس آیت کے ذریعے سے یہ ترغیب دے رہا ہے کہ جس طرح میں رب العالمین تمہارے ساتھ عفو و درگزر والا معاملہ کر رہا ہوں تو بھی میرے بندوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ اختیار کر۔ اور میری مخلوق کے ساتھ اُسی طرح حلیم اور رحم دل بن کر پیش آ جس طرح تو چاہتا ہے کہ تیرا رب تیرے ساتھ رحم اور فضل والا معاملہ فرمائے۔

اللہ تعالیٰ بھی حلیم ہے

یوں تو اللہ پاک بے شمار صفات کا مالک ہے مگر اس کی بے شمار صفات میں سے ایک صفت الحلیم بھی ہے۔ حلیم الطبع شخص شدتِ غیظ و غضب سے اپنے نفس کو روک لیتا ہے۔ فوری رد عمل نہیں دیتا اور پھر اس کا عفو و درگزر اس کے غیظ و غضب پر غالب آجاتا ہے اور یہی صفت اللہ رب العزت کی شان بھی ہے کہ بندوں کی نافرمانیوں کے باوجود اس کی رحمت اور فضل و کرم اس کے غیظ و غضب اور قہر پر ہمیشہ غالب آجاتا ہے۔ اور عین اُس لمحے جب انسان کی نافرمانیوں کے سبب اس پر قہر اور غیظ و غضب نازل کیا جاتا اللہ ارحم الراحمین اس پر اپنا فضل و کرم اور عنایات و نوازشات فرما رہا ہوتا ہے۔ بے شک اللہ حلیم و کریم ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"لَا يَدْخُلَنَّهُمْ مُدْخَلًا يَرْضَوْنَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَعَلِيمٌ حَلِيمٌ" ¹²

”اور اللہ تبارک و تعالیٰ ضرور بالضرور انھیں اُس جگہ رہائش عطا فرمائے گا جس کو یہ لوگ پسند کریں گے۔ اور بلاشبہ

اللہ تعالیٰ جاننے والا بھی ہے اور حلم والا بھی ہے۔“

حلم اور بردباری کی معاشرتی اہمیت اور تقاضے: سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

اس آیتِ مبارکہ سے مسابِقِ آیتِ مبارکہ میں اُن لوگوں کا ذکر ہوا ہے جو اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے کہ جو میرے راستے میں جہاد کرنے والے ہیں اُن کو میں ایسی خوبصورت اور آرام دہ جگہ میں اقامت پذیر کروں گا جہاں وہ خوش و خرم رہیں گے۔ اس بات کو ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی دو صفاتِ علیم یعنی جاننے والا اور حلیم یعنی عفو و درگزر سے کام لینے والا ان دو صفات کو ذکر فرمایا ہے کہ اگرچہ اللہ پاک ہر ہر بات کو جاننے والا ہے۔ دلوں کے بھید بند کمرؤں کی پوشیدہ باتیں غرضیکہ ہر بات اس کے علم میں ہے پھر بھی وہ سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی عفو و درگزر اور رحمت و شفقت والا معاملہ ہی فرماتا ہے۔ سو انسان جو کہ خود بھی خطا کار ہے اُسے بھی یہی زیبا ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کے ساتھ بھی عفو و درگزر اور محبت سے پیش آئے۔ قرآنِ کریم میں بے شمار جگہ پر ایسا اندازِ گفتگو اللہ پاک نے اختیار فرمایا ہے جو حلم اور بردباری پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

وَاِنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ فَاَجْنَحْ هَآ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۖ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ" 13

”اور اگر دوسرا فریق مائل بہ صلح ہو تو آپ بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ۔ اور اللہ رب العزت یر تقین اور بھروسہ

رکھو۔ بے شک وہ خوب سننے والا اور بڑا حلیم ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ترغیب دلائی ہے کہ اگر تمہارے دشمن بھی تم سے صلح کی درخواست کریں اور صلح پر آمادہ ہو جائیں تو آپ بھی صلح پر آمادہ ہو جاؤ۔ اور اپنے رب پر بھروسہ رکھو جو قادرِ مطلق اور تمام تر اختیارات کا مالک ہے۔ پھر آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ سمیع یعنی اللہ خوب سننے والا ہے اس کا ذکر فرما کر اپنی صفتِ حلم کا ذکر فرما کر اہل ایمان کو یہ باور کروایا کہ کافروں کے ساتھ بھی اس طرح سے حلم کا مظاہرہ کرو۔ قرآن مجید کی کثیر آیات اللہ تعالیٰ کی صفتِ حلم پر دلالت کے ساتھ ساتھ انسانوں کو حلم کرنے کا طریقہ بھی سکھاتی ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا حلم

آقائے دو جہاں نبی رحمت حضرت محمد ﷺ جو کہ تمام جہانوں کے لیے رحمت اور منبعِ جود و سخا بن کر آئے۔ آپ ﷺ نے اپنے ہوں یا بیگانے سب کو اپنے فضل و رحمت سے نوازا۔ آپ ﷺ بلا تخصیص سب کے لیے سراپا رحمت بن کر تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی زندگی تمام بنی نوع انسان کے لیے عملی نمونہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ہر شعبہ زندگی کے متعلق بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے عملی طور پر تعامل کر کے بتلایا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے دوسروں کے ساتھ عفو و درگزر اور احسان و رفق والا معاملہ کرنے کے متعلق بھی شاندار تعلیمات بیان فرمائی ہیں۔ اور نہ صرف بیان فرمائی ہیں بلکہ آپ ﷺ نے پوری زندگی عملی طور پر کر کے بھی دکھایا ہے کہ کیسے ساری زندگی اپنے معمولی دشمن تو ایک طرف رہے بدترین دشمنوں کے ساتھ بھی کیسے عفو و درگزر والا معاملہ کیا جاسکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے حلم کو رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”تو اللہ تعالیٰ کا یہ کیسا کرم ہے کہ اے نبی آپ ﷺ ان کے لیے رحم دل ہو گئے۔ اگر آپ ﷺ سخت مزاج اور

سخت دل والے ہوتے تو یہ آپ ﷺ کے ارد گرد کے لوگ پریشان ہو جاتے۔ تو اے محبوب مکرم آپ ﷺ

ان کے ساتھ عفو اور معافی والا معاملہ فرمائیں اور ان کی شفاعت فرمائیں اور ان کے ساتھ مشاورت فرمائیں مختلف

اُمور میں اور پھر جب کسی بات کا پختہ ارادہ کر لو اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھو بے شک اہل توکل کو اللہ پسند فرماتا

ہے۔“¹⁴

اس آیت مبارکہ میں اللہ پاک نے نبی رحمت ﷺ کے حلم اور آپ ﷺ کے رفق و لطافت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے محبوب اللہ نے کیسا فضل کیا کہ آپ ﷺ کو رقیق القلب بنایا۔ آپ ﷺ کی یہ نرم مزاجی بھی فضل الہی ہے۔ اگر آپ ﷺ سخت مزاج ہوتے تو آپ ﷺ کے رُفقاء یعنی آپ ﷺ کے ارد گرد رہنے والے ضرور پریشان ہو جاتے۔ نہایت ہی خوبصورت پیرائے میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ اے محبوبِ دو عالم ﷺ آپ ان کی نادانیوں پر ان سے درگزر فرمایا کریں اور انھیں معاف فرمادیا کریں۔ اور پھر ارشاد فرمایا کہ ان کے شفیق و مہربانی بھی بن جائیں اور مختلف اُمور میں ان سے مشاورت بھی فرمایا کریں تاکہ ان کی دل جوئی ہوتی رہے۔ اور اسلام کے ساتھ ان کا تعلق مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے۔ اسی طرح بے شمار احادیثِ نبویہ بھی نبی رحمت ﷺ کے عفو و درگزر اور آپ ﷺ کی نرم دلی کو بیان کرتی ہیں۔ سب سے پہلے اس حدیث مبارکہ کا ذکر کرتے ہیں جس میں نبی رحمت ﷺ نے دین اسلام کو نرمی، شفقت والا دین بنا کر پیش فرمایا۔

”آپ ﷺ نے فرمایا کہ ملتِ اسلام جو آسان اور نرمی والی شریعت پر مشتمل ہے۔“¹⁵

اس حدیث مبارکہ میں بالکل واضح اور دو ٹوک انداز میں نبی کریم ﷺ نے دین اسلام کو آسانی، نرمی، شفقت والا دین بنا کر پیش فرمایا ہے۔ یعنی اندازہ کیجیے کہ جس دین کے ہم پیروکار ہیں وہ بھی حلم کی خصوصیات کا حامل اور ہمارے نبی رحمت ﷺ بھی حلم والے اور ہمارا رب تو ہے ہی حلیم تو پھر کیوں نہ ایک بندہ مومن کو بھی حلیم الطبع ہونا چاہیے۔ نبی رحمت ﷺ کی ساری زندگی حلم کی اعلیٰ ترین مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ آپ ﷺ نے بلا تخصیص سب کے ساتھ بردباری اور تحمل و برداشت والا معاملہ فرمایا۔

اہل حلم کے لیے دُعاے مصطفیٰ ﷺ

بردباری اور حلم نبی کریم ﷺ کی طبع مبارک میں سب اوصافِ حمیدہ میں سے سب سے زیادہ نمایاں وصف تھے۔ کسی نے آپ ﷺ کی دل آزاری کی یا آپ ﷺ کو تکلیف دی یا آپ ﷺ کے ساتھ تعامل کرتے ہوئے آپ ﷺ کو پریشان کیا۔ اس سب کے باوجود نبی رحمت ﷺ نے حلم اور بردباری کا مظاہرہ ہی فرمایا۔ اور نہ صرف آپ ﷺ نے خود عمل فرمایا بلکہ اپنے اُمتیوں کو بھی تلقین فرمائی بلکہ دوسروں کے ساتھ نرمی اور شفقت سے پیش آنے پر دُعا بھی فرمائی کہ جو شخص لین دین اور خرید و فروخت کے وقت نرمی اور شفقت والا معاملہ کرے اللہ اس پر رحم فرمائے یعنی اس کے ساتھ بھی ویسا ہی شفقت اور کرم والا معاملہ فرمائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ اس شخص کے ساتھ رحم والا معاملہ فرمائے جو خریدتے وقت اور بیچتے وقت اور مطالبہ کرتے وقت نرمی و فیاضی سے کام لیتا ہے۔¹⁶ یعنی اس حدیث مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ یہ دُعا رحمتِ جو نبی کریم ﷺ نے فرمائی ہر اس بندہ مومن کے لیے ہے جو خریداری کے وقت اور فروخت کے وقت اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے ساتھ نرمی و شفقت سے پیش آتا ہے۔ یہاں مرد کا ذکر غلبہ کی وجہ سے ہوا ہے یعنی زیادہ تر مرد حضرات ہی خرید و فروخت کا کام سرانجام دیتے ہیں ورنہ اس حدیث مبارکہ کا مصداق مرد و عورت دونوں ہی ہیں۔

دُکھ اور تکالیف دینے والوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا حلم

حلم اور بردباری کی معاشرتی اہمیت اور تقاضے: سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں تجرباتی مطالعہ

تاریخ انسانی میں سب سے زیادہ حیرت انگیز اور غیر معمولی حالات زندگی اگر کسی کے محفوظ ہیں تو وہ ہمارے نبی رحمت حضرت محمد ﷺ کے ہیں۔ جہاں ایک طرف آپ ﷺ کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر ستایا گیا تو دوسری طرف آپ ﷺ کے اہل و عیال پر بھی عرصہ حیات تنگ کر کے آپ ﷺ کو ایذا پہنچائی گئی۔ مگر آپ ﷺ کے پایہ استقلال میں ذرا سی لغزش نہیں آئی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کو اپنا وطن چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی۔ مگر جب آپ ﷺ نے مکہ فتح کر لیا اور مسلمانوں نے اسلام کے جھنڈے کو سر بلند کر دیا کہ وہ کافر جو آپ ﷺ کے جانی دشمن تھے اور بارہا مرتبہ آپ ﷺ کو مارنے اور قتل کرنے کی کوشش کی۔ آپ ﷺ کے عزیز و اقارب اور دوستوں کو تکالیف اور اذیتیں دے کر شہید کیا مگر جب مکہ فتح ہوا تو چشم فلک نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے نہ صرف ان لوگوں کو معاف فرما دیا بلکہ ان کے ساتھ احسان والا معاملہ فرمایا۔ اور انہیں ایسی عزت و تکریم بخشی کہ کائنات نے ایسا نظارہ پہلے نہ دیکھا ہو گا۔ جب مکہ فتح ہو گیا تو آپ ﷺ نے اہل مکہ سے ارشاد فرمایا کہ بتاؤ آج میں تمہارے ساتھ کیسا سلوک کرنے والا ہوں جیسا کہ ”سیرت ابن ہشام“ میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے اہل مکہ سے خطاب فرمایا اور کہا کہ بتاؤ آج میں تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے تو انہوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ آپ ﷺ ہمارے ساتھ یقیناً خیر والا معاملہ فرمائیں گے کیونکہ آپ ﷺ ہمارے ایسے بھائی ہیں جو نہایت رحم دل اور سخی ہیں اور آپ ﷺ ہمارے ایسے بھائی کے بیٹے ہیں جو نہایت سخی اور شفقت و ہمدردی میں اپنی مثال آپ تھے تو یقیناً رحمت اور سخی باپ کا ایسا بیٹا جس کی شفقت و محبت اور نرم دلی و دل جوئی میں کوئی ثانی نہ ہو وہ بھلا ہمارے ساتھ کیونکر سختی اور درشتی والا معاملہ کر سکتا ہے۔ بلکہ یقیناً رحم اور فضل والا معاملہ ہی فرمائے گا۔¹⁷ اس پر نبی رحمت ﷺ نے کیا ہی کمال شفقت اور محبت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جاؤ آج کے دن تم سے تمہارے ظالمانہ اعمال کا محاسبہ نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ ”سیرت ابن ہشام“ میں ہے:

نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ آج کے روز تم سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی تم سب آزاد ہو¹⁸ بلکہ ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں بھی تم سے وہی کچھ کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے کہ:

”لَا تَنْتَظِرْ عَلَيْنَا الْيَوْمَ“¹⁹

”آج کے دن تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔“

تو نبی رحمت ﷺ نے بھی اہل مکہ کو ان کے تمام تر مظالم جو انہوں نے خاندان رسول ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ روا رکھے تھے بیک جنبش معاف فرما دیا۔ اور رہتی دنیا تک ایسی مثال قائم فرمادی جس کی نظیر پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ مزید آپ ﷺ نے فرمایا آج کے دن جو شخص ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے بھی امان دی جائے گی۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جو انصاری صحابی تھے فتح مکہ کے دن آپ رضی اللہ عنہ نے کچھ سخت الفاظ کہہ دیے²⁰ جس پر نبی کریم ﷺ نے ان کی تصحیح فرمائی کہ آج بدلے کا دن نہیں بلکہ معافی اور عفو و درگزر کا دن ہے۔ آج تو کعبہ کی حرمت کا دن ہے۔ آج کعبہ کی عزت و حرمت کی بحالی کا دن ہے۔ آج کعبہ کی عظمت اور سر بلندی کا دن ہے۔ اور آپ ﷺ نے اپنے لشکر کے ان سرداران کو نصیحت اور تنبیہ فرمائی کہ انتقام اور بدلہ لینے کی کوئی بات نہیں کی جائے گی۔ بلکہ آج رحم اور فضل و احسان کا دن ہے۔

نبی کریم ﷺ کی اپنی ازواج سے حلم و بردباری کا معاملہ

نبی کریم ﷺ جہاں دشمنوں اور دیگر لوگوں کے ساتھ نرم دلی اور شفقت و محبت کا معاملہ فرماتے تھے وہیں آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے ساتھ بھی نرم دل اور شفقت و رفق والا معاملہ فرماتے تھے۔ ازواجِ مطہرات کے ساتھ انتہائی حُسنِ سلوک اور دل جوئی فرماتے تھے۔ بلکہ آپ ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے کہ تم میں سب سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے والا ہے۔ جیسا کہ حدیثِ مبارکہ کے الفاظ ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ اچھا ہے۔ اور تم سب میں سے میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے والا ہوں اور جب تمہارا کوئی ساتھی فوت ہو جائے تو پھر اس کو بُرے الفاظ میں یاد نہ کرو۔²¹ نبی رحمت ﷺ نے کس قدر خوبصورت انداز میں اہل و عیال کے ساتھ حُسنِ سلوک کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے کہ تم میں سے سب سے بہتر وہی شخص ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے والا ہے۔ کیونکہ انسان باہر تو نمود و نمائش کے طور پر حُسنِ اخلاق کا جھوٹا مظاہرہ تو کر لیتا ہے مگر گھر میں جہاں اسے کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا وہاں پر اپنا اصلی رنگ دکھاتا ہے۔ تو جو شخص گھر میں حُسنِ اخلاق کا مظاہرہ کرتا ہے اور گھر والوں کے ساتھ نرم مزاجی اور حلم و رفق کے ساتھ پیش آتا ہے تو اس کا مطلب ہوا کہ وہ حقیقتاً اعلیٰ اخلاق کا مالک ہے۔ اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی اپنے گھر والوں کے ساتھ محبت و الفت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَرْحَمَ بِالْعِيَالِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

میں نے نبی کریم ﷺ سے زیادہ اپنے اہل و عیال کے لیے رحم اور شفقت و محبت کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔²²

اسی طرح کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی کریم ﷺ کے اخلاق اور حُسنِ سلوک کے بارے میں سوال کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اے سوال کرنے والے کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا۔ تو اس نے کہا کہ میں نے قرآن مجید پڑھا ہے تو اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ قرآن مجید آپ ﷺ کا خلق ہی تو ہے۔ یعنی نبی رحمت ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ اور حُسنِ سلوک کی گواہی خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔

بچوں اور نوجوان نسل کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا علم

بچوں اور نوجوانوں کو جس طرح کھانے، پینے اور دیگر اشیاء کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح اپنے والدین اور دیگر عزیز و اقارب یا جو ان کے سرپرست ہوتے ہیں ان کی طرف سے پیار، شفقت، مہربانی اور نرمی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ معاشرے میں صحت مند افراد مہیا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ جن بچوں نے آگے چل کر معاشرے کی اکائی کے طور پر سامنے آنا ہے ان کی تربیت ایسے انداز میں کر دی جائے کہ وہ معاشرے کا مفید جزو بن سکیں اور اس کے لیے ضروری ہے کہ بچوں اور نوجوانوں کے ساتھ حلم اور بردباری والا معاملہ کیا جائے۔ جس کی تعلیمات ہمیں نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے ملتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ ہمیشہ بچوں کے ساتھ پیار اور ان کے ساتھ مہربانی اور نرمی والا معاملہ فرماتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس سال تک بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں رہا اور آپ ﷺ کی خدمت کی۔ اس سارے عرصے میں نبی رحمت ﷺ نے بھی مجھے ایک مرتبہ بھی جھڑکا اور نہ ہی کبھی ناگواری کا اظہار کیا۔²³

معاشرے میں عدمِ تحمل کا بڑھتا رجحان اور اس کے خطرناک نتائج

حلم اور بردباری کی معاشرتی اہمیت اور تقاضے: سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں تجربیاتی مطالعہ

افراد ہوں یا معاشرے و اقوام ہوں یا ملک انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی سطح پر ہر جگہ اس وقت امن عالم پر بجلیاں گر رہی ہیں۔ برداشت، تحمل اور بردباری جیسی صفات تو گویا عتقانی ہو گئیں ہیں۔ ہمارا معاشرہ بھی عدم برداشت کے طوفان کی زد میں ہے۔ ہر طرف ظلم و ستم کا بازار گرم ہے۔ نفسا نفسی کا ایسا عالم ہے کہ بھائی اپنے سگے بھائی کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ رشتوں کا تقدس پامال کیا جا رہا ہے۔ غیر اخلاقی اقدار خود غرضی جیسے رویوں کو پروان چڑھا رہی ہیں۔ حلال و حرام کا تصور کہیں کھو سا گیا ہے۔ چھوٹی چھوٹی بات پر کشت و خون اور ظلم کے پہاڑ توڑ دینا اب معمولی کام تصور کیے جاتے ہیں۔ انسانی خون اس قدر ارزاس ہو گیا ہے کہ کسی معمولی تکرار پر بے دردی کے ساتھ بہایا جا رہا ہے۔ ہوس دولت اور وسعت پسندی نے عدم برداشت کے رویے کو ایسی ہوا دی ہے کہ اب یہ آگ ہمارے معاشرے کو خاستر کرنے کو تیار ہے۔ رہتی کسر ہمارے معاشرے میں پنپتے سیاسی و مذہبی رویوں نے نکال دی ہے کہ ہر گھر میں باپ بیٹا آمنے سامنے ہیں تو کہیں بھائی اپنے سگے بھائی کی شکل تک دیکھنے کا روادار نہیں ہے۔ معمولی باتوں پر عزتیں لوٹنا اور انسانی جان لینا تو گویا مکھی مارنے سے بھی آسان سمجھا جا رہا ہے۔ بچوں کے معاملات اور ان کی لڑائی خاندانوں کی تباہی کا سبب بن رہی ہے۔ پاکستانی معاشرے سے ہٹ کر اگر اقوام عالم پر بھی نظر دوڑائی جائے تو صورت حال وہاں پر بھی مختلف نہیں ہے۔ یورپ کی صنعتی ترقی نے انسانیت کو زوال پذیر کر دیا ہے۔ انسان بھی مشین کی طرح بے حس و بے مروت ہوتا چلا جا رہا ہے۔ معاشروں اور اقوام کے درمیان عدم برداشت کا بڑھتا رجحان جو ہری ہتھیار سے بھی زیادہ مہلک اور خطرناک ہے کیونکہ جو ہری ہتھیار تو مخصوص علاقے پر گرتے ہیں اور اُسے تباہ کرتے ہیں مگر عدم برداشت تو پورے پورے معاشرے اور پورے پورے ملک کو نیست و نابود کر دیتی ہے۔

عدم برداشت کے اس بڑھتے ہوئے رجحان کا حل صرف اور صرف اسلامی تعلیمات اور سیرت نبوی ﷺ میں ہے۔ سیرت مصطفیٰ ہی اس وقت انسانیت کے دکھوں کا مداوا کر سکتی ہے۔ انسانیت کی بقا کو لاحق خطرات کا تحفظ فقط اُسوۂ رسول ﷺ میں ہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ معاشرے میں تحمل، برداشت کو بڑھا دینے اور آپس میں کسی بھی قسم کی خلیش کو ختم کرنے کے لیے کیا ہی خوبصورت طریقہ بتلایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان کے درجہ کمال تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ اپنے لیے جو پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لیے بھی پسند نہ کرے۔²⁴

نبی کریم ﷺ کے اس فرمانِ عالی شان، کہ جو اپنے لیے پسند کرتے ہو وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی پسند کرو، فقط اسی فرمانِ عالی شان کو ہی اگر کوئی معاشرہ حرزِ جاں بنا لے تو وہ معاشرہ امن و محبت اور سکون کا گلستان بن جائے۔ عدم برداشت کا زہر ایک شخص میں پھر اس کا اثر دوسرے شخص پھر یہ زہر بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس کا اثر پورا معاشرہ محسوس کرتا ہے جس سبب سے پورا معاشرہ زہر آلود ہو جاتا ہے اور پھر زندگی کے ہر شعبہ کو متاثر کرتا ہے۔

معاشرے میں بردباری کے اثر و نفوذ کی چند تدابیر

کسی بھی معاشرے کی ترقی اور خوشحالی کے لیے حلم اور بردباری کو کلیدی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ جس کے ذریعے سے اس کے معاشرے کے افراد باہم اتفاق و اتحاد کو فروغ دیتے ہیں۔ نتیجتاً معاشرے کے ہر فرد کو اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا موقع ملتا ہے اور وہ اپنی توانائیوں کو اپنی اور معاشرے کے دیگر افراد کی فلاح و بہبود کے لیے خرچ کرتا ہے۔ اس عمل سے نہ صرف اس شخص کا معیارِ زندگی بلند ہوتا ہے بلکہ دیگر افراد بھی

مستفید ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہر فرد ہی اپنے وطن اور ملک و قوم کا وفادار بن جاتا ہے۔ اور وہ معاشرہ یا قوم و ملک مضبوط سے مضبوط تر ہو جاتے ہیں۔ پھر ایسا وقت آتا ہے کہ اقوام عالم میں وہ ملک یا قوم سب سے بلند تر ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ تقسیم شدہ گھر قائم نہیں رہتے۔ اس کے برعکس جو قوم برداشت، تحمل اور بردباری جیسے رویوں کو فروغ نہیں دیتی تو ہر طرف لڑائی جھگڑے اور بد امنی کا ماحول بالآخر معاشرے کو مایوسی، ڈپریشن اور ناامیدی جیسے مسائل کا شکار ہو جاتی ہے۔ اور آہستہ آہستہ بد امنی اور اندرونی خلفشار کا شکار ہو کر تباہی کے راستے پر چل پڑتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے میں وسیع پیمانے پر بردباری اور برداشت جیسے رویوں کو فروغ دیا جائے۔ لوگوں کو آگاہی دی جائے تاکہ معاشرہ درست سمت پر گامزن ہو کر ترقی اور خوشحالی حاصل کر سکے۔ معاشرے میں حلم اور بردباری کے فروغ کی چند تجاویز درج ذیل ہیں:

(۱) بامقصد اور تعمیری بات چیت

معاشرے میں بردباری اور برداشت کے فروغ کے لیے ضروری ہے کہ بامقصد اور تعمیری بات چیت کو فروغ دیا جائے۔ غیر ضروری اور فضول بحث سے گریز کیا جائے۔ مزید یہ کہ بلاوجہ کسی کی توہین و توصیف سے گریز کیا جائے۔

(۲) عقائد و نظریات کا احترام

لوگوں کے عقائد ان کے لیے بہت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں اس لیے عقائد و نظریات کا معاملہ بہت زیادہ حساس ہوتا ہے۔ جب بھی کسی ایسے موضوع پر بات چیت ہو تو دوسرے فریق کے عقائد و نظریات کا احترام کیا جائے۔ اور مزید یہ کہ اس کی آراء کا بھی مذاق نہ اڑایا جائے۔

(۳) غلطیوں سے درگزر

حلم اور بردباری کے فروغ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ دوسروں کی لغزشوں اور خطاؤں پر گرفت کرنے کی بجائے ان سے درگزر کیا جائے۔ دوسروں کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے چشم پوشی کی جائے۔

(۴) سماجی و ثقافتی سرگرمیوں کا انعقاد

پُر امن معاشرے کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے میں سماجی اور ثقافتی نیز رضاکارانہ سرگرمیوں کو فروغ دیا جائے تاکہ لوگ مایوسی اور ڈپریشن سے نجات حاصل کر سکیں اور صحت مند و توانا رویوں اور باہمی ہمدردی اور محبت و شفقت کو فروغ ملے۔ کیونکہ نفسا نفسی والے معاشرے جلد یا بدیر عدم برداشت، عدم تحمل کا شکار ہو جاتے ہیں۔ نفسا نفسی معاشرے میں سے ہمدردی اور شفقت و محبت جیسے رویوں کو بالکل ہی ختم کر دیتی ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ ایسے سماجی و ثقافتی ایونٹ منعقد کیے جائیں جن کے ذریعے لوگ آپس میں گھلیں ملیں اور مروت و محبت کو فروغ حاصل ہو۔

خلاصہ بحث

حلم اور بردباری اس کیفیت کو کہتے ہیں کہ جب ایسی بات یا ایسا عمل وقوع پذیر ہو جس کے نتیجے میں شدید اشتعال آجائے مگر پھر بھی انسان اپنی اس اشتعال کی کیفیت پر قابو پا کر اپنے نفس کو کنٹرول کرے تو اسے حلم کہتے ہیں۔ بالفاظ دیگر دوسروں کے اشتعال انگیز حرکات و سکنات پر خود کو قابو میں رکھنا حلم کہلاتا ہے۔ شومی قسمت آج ہمارے معاشرے میں بردباری اور حلم کا شدید فقدان ہے۔ جس کے نتیجے میں عدم

حلم اور بردباری کی معاشرتی اہمیت اور تقاضے: سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

برداشت جیسا زہر معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہا ہے۔ اور یہ زہر اس قدر ہمارے معاشرے میں سرایت کر چکا ہے کہ ہمارے معاشرے کا کوئی بھی شعبہ زندگی اس زہر کی خطرناکی سے محفوظ نہیں۔ گھروں سے لے کر بازاروں اور گلیوں تک، تعلیمی اداروں سے لے کر دفاتر تک ہر جگہ آپ کو عدم برداشت نظر آئے گی۔ جس سبب سے لوگ معمولی سی بات پر جھگڑا اور گالم گلوچ تک اُتر آتے ہیں اور بات بالآخر قتل جیسے سنگین جرم تک جا پہنچتی ہے۔ اسی طرح گھروں میں لڑائی بالآخر طلاق اور جدائی پر منتج ہوتی ہے۔ تعلیمی ادارے جو کسی بھی معاشرے کے مستقبل کے ضامن ہوتے ہیں وہاں پر عدم برداشت کے سبب نہ شاگرد اپنے اساتذہ کی طرف سے تنبیہی انداز کو برداشت کرتے ہیں اور نہ ہی اساتذہ بچوں کے روحانی باپ کے درجے پر فائز ہو کر ان کی تربیت کرتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے دفاتر بھی عدم برداشت کی وجہ سے معاملات ذاتی رنجش میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور پھر ملازمین کے درمیان باہم سرد جنگ ادارے کی کارکردگی کو متاثر کرتی ہے۔ لہذا معاشرے کی ترقی و خوشحالی کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے میں برداشت اور حلم و بردباری جیسے اعلیٰ ترین اخلاقی رویوں کو فروغ دیا جائے تاکہ معاشرہ ترقی و خوشحالی کی طرف سفر کر سکے۔

حواشی و حوالہ جات

- 1 البقرہ ۲: ۲۶۳۔
- 2 علامہ علی بن محمد الجرجانی، معجم التعریفات (قاہرہ: دار الفیصلۃ)، ص: ۸۲۔
- 3 وحید الزمان قاسمی، القاموس الوجید، (لاہور: ادارہ تعلیمات اسلامی، ۲۰۰۱ء)، ص: ۳۷۱۔
- 4 عیاض بن موسیٰ مالکی، قاضی، مشارق الانوار علی صحاح الآثار، (قاہرہ: دار التراث، س ن)، ج: ۱، ص: ۱۹۶۔
- 5 احمد بن فارس، مقاییس اللغة، (بیروت: دار الجبل، س ن)، ج: ۲، ص: ۹۶۔
- 6 جار اللہ ابی القاسم محمد بن ابن عمر، اساس البلاغہ (بیروت: دار صادر، ۱۹۷۹ء)، ص: ۱۴۰۔
- 7 حسین بن محمد الراغب الاصفہانی، المفردات فی تریغ القرآن (بیروت: دار القلم، ۱۴۱۷ھ)، ص: ۲۵۳۔
- 8 محمد بن اسماعیل أبو عبد اللہ البخاری، صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب، رقم الحدیث: ۶۱۱۴۔
- 9 الشوریٰ ۳۲: ۴۰۔
- 10 البقرہ ۲: ۲۶۳۔
- 11 النور ۲۴: ۲۲۔
- 12 الحج ۲۲: ۵۹۔
- 13 الانفال ۸: ۶۱۔
- 14 آل عمران ۳: ۱۵۹۔
- 15 محمد بن اسماعیل أبو عبد اللہ البخاری، صحیح البخاری، کتاب الإيمان، باب: الدین یسر، قبل رقم الحدیث: ۳۹۔
- 16 محمد بن اسماعیل أبو عبد اللہ البخاری، صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب السہولۃ والسماحۃ فی الشراء والبیع، ومن طلب حقاً فلیطلبہ فی عفاف، رقم الحدیث: ۲۰۷۶۔
- 17 ابو محمد عبد الملک بن ہشام، السیرۃ النبویہ ابن ہشام، (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، ۱۴۲۳ھ)، ج: ۴، ص: ۴۷۔
- 18 أیضاً۔

- 19 يوسف: ٩٢-
- 20 محمد بن إسماعيل أبو عبد الله البخاري، صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب: أين ركز النبي صلى الله عليه وسلم الراية يوم الفتح؟، رقم الحديث: ٤٢٨٠.
- 21 محمد بن عيسى بن سورة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، سنن الترمذي، أبواب المناقب، باب في فضل أزواج النبي صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث: ٣٨٩٥.
- 22 مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري، صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب رحمته صلى الله عليه وسلم الصبيان والعيال و تواضعه وفضله ذلك، رقم الحديث: ٢٣١٦.
- 23 محمد بن إسماعيل أبو عبد الله البخاري، صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب حسن الخلق والسخاء، وما يكره من البخل، رقم الحديث: ٦٠٣٨.
- 24 محمد بن إسماعيل أبو عبد الله البخاري، صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب: من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه، رقم الحديث: ١٣.